

بنیاد پرستی

(fundamentalism)

”ایک اخباری اطلاع مظہر ہے۔ کہ

”حکومت امریکہ، روس، بھارت اور چین نے اس بات پر اتفاق کیا ہے کہ عصر حاضر کا سب سے بڑا خطرہ بنیاد پرستی ہے اور ہم سب کو مل کر اپنی متحدہ کوششوں سے اس کا مقابلہ کرنا چاہیے اور اسے ختم کر دینا چاہیے۔“ سب سے پہلی بات تو یہ ہے۔ کہ لفظ بنیاد پرستی، اس زمانے کی ایک نئی ایجاد ہے اور مغرب میں بطور گالی کے اسے استعمال کیا جاتا ہے۔ موجودہ دور میں جب کہ سرمایہ دارانہ نظام شکست کھا چکا ہے اور اس نے انسانیت کو شدید بحران میں مبتلا کر دیا ہے۔ امیر امیر اتر اور غریب غریب تر ہو گئے اور سرمایہ چند ہاتھوں میں مرکز ہو گیا حقیقت یہ ہے کہ جب تک سرمایہ کسی ایک ملک میں کسی ایک طبقے کے ساتھ مخصوص رہا، بحران تو ضرور باقی تھا لیکن اس کا دائرہ محدود تھا اور صرف اس ملک کے عوام استحصال کی چکی میں پستے رہے لیکن جب یہ نظام دنیا کے دوسرے ممالک میں پہنچا تو اکثر ممالک کے آراء اس ملا میں گرفتار ہو گئے۔ سرمایہ دارانہ نظام کی بنیاد سیکولرازم پر استوار تھی۔ یعنی مذہب کو سیاست سے نکال باہر کیا گیا تھا اور مذہب انسان کا انفرادی معاملہ قرار پایا۔

اس نظریہ نے مذہب کو ایک بے جان لاشہ بنا دیا اور مذہب سے وابستگی کا بریکار قرار پائی۔ یہ اقدام کر کے سرمایہ دارانہ نظام نے مادی آسودگی کو اصل قرار دیا خواہ وہ کسی طور حاصل ہو اور دنیا کی بڑی آبادی مادیت کے سیل رواں میں بے جان تنکے کی طرح بہنے لگی لیکن تاکہ، مادی تہذیب اور مادی برتری کی ایک حد ہوتی ہے اس حد پر پہنچنے کے بعد انسان نے محسوس کرنا شروع کر دیا کہ ہم تو ایک بندگی میں داخل ہو چکے ہیں سب کچھ یا لینے کے بعد بھی تو ہم تہی دامن کے تہی دامن ہی رہے انسان کا باطن جانے لگا اور وہ یہ سوچنے لگا کہ آخر اس باطنی پیاس کو کس طرح بجھایا جائے اب اس کی مثال ایک ایسے شخص کی تھی جس کی آنکھوں پر پٹی بندھی ہوئی ہو اور تاریک جنگل میں ٹانگ ٹانگ مار رہا ہو۔ باطن کی پیاس بڑھتی چلی گئی اور اسے ایسا محسوس ہونے لگا جیسے کہ کوئی چیز کھوئی گئی ہو جس سے محسوس ہوا کہ جس چیز کی اسے تلاش تھی وہ چیز اس کے باہر نہیں بلکہ اس کے اندر ہے۔ جب وہ اپنے اندرون کی طرف متوجہ ہوا تو مادیت کی زنجیروں کو توڑنے لگا اس نے محسوس کیا کہ روحانیت کی جو دولت تھیں زمین بوس ہونے لگیں اور وہ مادیت کی زنجیروں کو توڑنے لگا اس نے محسوس کیا کہ روحانیت کی جو دولت اس کے آباؤ اجداد نے اسے سپرد کی تھی جس نے اس کی مادی زندگی میں توازن اور اعتدال پیدا کر دیا تھا، جب تک اس کھوئی ہوئی دولت کو حاصل نہیں کیا جائے گا اس غیر متوازن زندگی میں توازن نہیں پیدا ہوگا اور زندگی کی

☆ بہ شیریں زبانی و لطف و خوشی تو انی کہ پہلی بہ موی نشی ☆

علمی و تحقیقی مجلہ فقہ اسلامی

(۴۴)

جمادی الثانیہ ۱۴۳۵ھ ☆ اپریل (۲) ۲۰۱۴ء

شب تاریک سحر میں تبدیل نہیں ہو سکتی۔ مادیت پرستوں نے جب یہ کیفیت دیکھی تو انہیں احساس ہوا کہ صدیوں کی محنت سے انہوں نے جو جال بنا تھا وہ بکھر رہا ہے۔ اگر شکست و ریخت کا یہ عمل کچھ دنوں تک جاری رہ گیا تو تمدن کے جواوان انہوں نے تعمیر کئے ہیں وہ دھڑام سے زمین پر آ رہیں گے۔ اس لیے انہوں نے اس کے لیے ایک لفظ ایجاد کیا اور سعی و بلیغ کی کہ اس لفظ کو جس قدر ممکن ہو قابل نفرت بنا یا جائے اور وہ لفظ بے بنیاد پرستی۔

ادھر اشتراکیت کی جوشامت آئی تو اس نے مذہب کو انیون قرار دیا اور اشتراکیت کا اصل الاصول الحاد کو بتایا اور اپنی گرفت میں آنے والے ممالک اور ان ممالک میں بسنے والوں کو اپنے نظام کے شکنجے میں اس طرح کس دیا کہ وہ نہ تڑپ سکتے تھے نہ فریاد کر سکتے تھے معاش پر حکومت نے قبضہ کر لیا سارے وسائل اس کے پاس تھے اور ملک کے عوام کو کلوہو کا تیل بنادیا گیا۔ زبان و قلم پر فکر و تدبیر پر پھرے بٹھادیے گئے۔ جو قومیں اس کی گرفت میں آچکی تھیں ان کا مستقبل تاریک تھا۔ نہ صرف یہ کہ ملکی معاملات میں ان کا کوئی دخل حاصل نہ تھا بلکہ ان کے ذاتی و انفرادی معاملات بھی ان کے ارادہ و تدبیر سے باہر تھے۔ یہ جبر کی وہ بھیانک صورت تھی جس نے افکار کو معطل اور اذہان کو مختل کر کے رکھ دیا۔ اس کے خلاف جو بھی آواز اٹھی اسے بہر قیمت اور بہر صورت خاموش کر دیا جاتا۔ اس طرح شہر ویران ہوتے گئے اور سانسیر یا کے اذیت خانے آباد۔ مزید جوشامت آئی تو اپنی طاقت کے گھمنڈ میں روس نے اپنی فوجیں افغانستان میں داخل کر دیں۔ روس کا خیال تھا کہ افغانستان جیسا کم ترقی یافتہ ملک ایک ہفتے کی مار بھی برداشت نہ کر سکے گا اور اس کے قدموں میں آ جائے گا روس کو یہ پتا نہیں تھا کہ جس ملک میں وہ مداخلت کر رہا ہے وہاں نور ایمان جلوہ گر ہے ایمان صرف یقین کا نام نہیں ہے بلکہ اصل ایمان اپنے اس یقین پر مر مٹنے کا نام ہے افغانیوں نے جب یہ محسوس کیا کہ روس صرف افغانستان کو زیر نگین نہیں رکھنا چاہتا بلکہ ان کی دولت ایمان کو لوٹنا مقصود ہے تو نہتے افغانی جنگ کے میدان میں اتر پڑے۔ آخر کار ایمان کامیاب ہوا اور کفر کو پسپا ہونا پڑا لیکن آٹھ نو سال کی جنگ میں روس کو ایسی شرمناک شکست ہوئی کہ اس کے سپر پاور ہونے کا لوگوں کے دلوں پر جو ایک ہوا بیٹھا ہوا تھا وہ ختم ہو گیا اور مغربی یورپ کی ریاستیں جو جنگ عظیم دوم کے طفیل میں روس کے زیر نگین آ گئیں تھیں اس کے قبضے سے نکل گئیں اور خود سوویت روس کی ریاستیں بھی بغاوت پر آمادہ ہو گئیں اس وقت اس کا سپر پاور ہونے کا نثر اتر چکا ہے اور روس دنیا کے بڑے صنعتی ممالک بشمول امریکہ کے سامنے کاسہ گدائی لیے کھڑا ہے۔ روس کے تسلط سے آزاد ہونے والے مغربی ممالک اور خود روس کی بہت ساری ریاستیں بشمول وسطی ایشیا کی مسلم ریاستوں کے اس وقت یہ محسوس کرنے لگی ہیں کہ ساٹھ ستر برس تک اشتراکیت نے الحاد کا جو زہر آب حیات کہہ کر انہیں پلایا تھا واقعہ وہ زہر ہلا بل ہی ہے اور انہیں لوٹنا چاہئے اپنے ماضی کی طرف جو تائبندہ بھی ہے درخشدہ و متوازن بھی۔

جمادی الثانیہ ۱۴۳۵ھ ۲۰ اپریل (۲) ۲۰۱۴ء

﴿۳۳﴾

علمی و تحقیقی مجلہ فقہ اسلامی

چین بھی اسی بحران میں گرفتار ہے، تبت میں لاماؤں کا بحران سکیناگ کے مسلمانوں کی دین پرستی اور خود چین کے ان علاقوں میں مذہبی بیداری سے جن میں مسلمانوں کی اکثریت ہے چینی کمیونسٹوں کو اپنے الحاد کا انجام نظر آ رہا ہے۔

بھارت الگ دو غلے پن کا شکار ہے اگرچہ اس کے آئین کی بنیاد سیکولرزم پر ہے تاہم ۴۲/۴۰ برس گزر جانے کے باوجود ملک کی اکثریت یعنی ہندوؤں کے دلوں سے ڈھائی ہزار سالہ تعصب، ضد، قدامت پرستی اور جہالت نہیں نکل سکی۔ اگست ۱۹۴۷ء سے بھارت میں تقریباً آٹھ ہزار فرقہ وارانہ فسادات ہو چکے ہیں۔ جن میں لاکھوں مسلمان شہید اور اربوں روپے کی املاک تباہ ہو چکی ہیں۔

سینکڑوں حُرے آزمائے گئے کہ مسلمانوں کو ہندو تمدن میں ضم کیا جائے مگر بقول شاعر
اسلام کی فطرت میں قدرت نے لچک دی ہے
اتنا ہی یہ ابھرے گا جتنا کہ دبائی گئے

بھگداد آج بھارت میں مسلمانوں کی آبادی ۱۷،۱۸ کروڑ سے متجاوز ہے اور ہزار ہا مشکلات کے باوجود بھارت میں اسلام آج بھی ایک بہت بڑی طاقت ہے جس سے بھارتی حکومت خوفزدہ ہے۔ آج مقبوضہ کشمیر میں اگر صحیح معنوں میں کہئے تو حریت پسند نہیں لڑ رہے ہیں بلکہ اسلام لڑ رہا ہے جو انشاء اللہ بہت جلد کامیاب اور کامران ہوگا اور دنیا کی کوئی طاقت اسے کامیابی حاصل کرنے سے نہیں روک سکے گی۔ ادھر مشرقی پنجاب بھارتی حکومت کے لیے جہنم زار بنا ہوا ہے۔ جہاں کے سکھوں نے مذہبی بنیاد پر خالصتان کا مطالبہ کیا اور اس کے لیے بے پناہ قربانیاں دے رہے ہیں۔ بھارت عرصے سے امن کی بانسری بجا رہا ہے، وطن پرستی کے گیت گارہا ہے مگر سکھ ہیں کہ نہیں بیٹھتے اور روز اندس بیس آدمی مارے جارہے ہیں کیونکہ سکھ قوم قیام پاکستان کے وقت ایک مرتبہ ہندوؤں سے ڈسی جا چکی ہے۔ دوبارہ وہ کسی بھی منافقت کے جال میں پھنسنے کے لیے تیار نہیں ہیں۔ شروع شروع میں بھارت نے پاکستان کا پرالزام لگایا کہ درپردہ سکھوں کو تربیت دے رہا ہے اور پنجاب اور کشمیر میں مداخلت کر رہا ہے۔ لیکن اب دنیا کے سامنے یہ بات روز روشن کی طرح واضح ہو چکی ہے کہ بھارت کا یہ بحران اس کا اپنا پیدا کردہ ہے اور پاکستان کا اس سے کوئی تعلق نہیں۔ سکھوں کے حقوق غصب کئے گئے۔ انہوں نے عرصے تک انتظار کیا، لیکن جب وہ بالکل ہی ناامید ہو گئے تو انہوں نے مسلح جدوجہد کا آغاز کیا۔ اسی طرح بھارتی حکومت نے ۱۹۴۸ء میں اقوام متحدہ کے فورم میں اقوام عالم کے سامنے وعدہ کیا کہ کشمیریوں کو حق خودارادیت دے دیں گے۔ چالیس سال تک کشمیریوں نے انتظار کیا، یہاں تک کہ بھارت نے اعلان کر دیا کہ کشمیر بھارت کا ٹوٹا انگ ہے۔ ناامید ہو کر کشمیری حریت پسند اپنے دینی شخص اور حق خودارادیت کے لیے میدان عمل میں اتر پڑے اور آج کشمیر کا مرغزار روزخ کا نمونہ ہے۔

رأیت الناس قد مالوا الی من عنده مال ☆ ومن لاعنده مال عنه الناس قد مالوا

علمی و تحقیقی مجلہ فقہ اسلامی ﴿ ۳۳ ﴾ جمادی الثانیہ ۱۴۳۵ھ ☆ اپریل ۲۰۱۴ء

مذکورہ بالا معروضات کی روشنی میں یہ آسانی یہ معلوم کیا جاسکتا ہے کہ امریکہ، روس، چین اور بھارت بنیاد پرستی کے خلاف کیوں متحد ہو رہے ہیں۔ اور یہ صف آرائی کس لیے کی جا رہی ہے اور ترقی یافتہ اقوام میں بنیاد پرستی کو ایک گالی کے طور پر کس لیے متعارف کرایا جا رہا ہے۔ مگر یاد رکھنا چاہیے کہ

”چھوٹوں سے یہ چراغ بجھایا نہ جائے گا،“

اس لیے کہ دین اور روحانیت انسانی فطرت کا حصہ ہے اور خلق اللہ میں تبدیلی نہیں آ سکتی ممکن ہے کہ کچھ عرصے تک یہ خام خیال لوگ اپنے طاقتور میڈیا کے ذریعے روحانیت کی ہوا کے اس روح پر درجہ ہونے کو روک دیں لیکن یہ نسیم جانفراغ قریب ایک طوفان بلاخیر بن جائے گی تب یہ سارے گھروندے خشک تنکوں کی طرح بکھر جائیں گے۔ یہی وہ وقت ہے جب کہ کفر متحد ہو رہا ہے اسلام کو بھی متحد ہونا چاہیے اور اسے اپنی سطح سے تھوڑا بلند ہو کر دنیا کے دوسرے روحانی اداروں اور افکار وادیان سے رابطہ قائم کرنا چاہیے۔ وقت کسی کا انتظار نہیں کرتا خدا نخواستہ وہ صورت حال پیدا نہ ہو جائے کہ

رفتم کہ خارا ز پاکشتم منزل نہاں شد از نظر یک لفظ غافل گشتم و صد سالہ راہم دور شد کتاب کا نام: ڈی این اے ٹیسٹ اور جینیٹک سائنس سے متعلق شرعی مسائل: مضمون کا نام: جینیٹک سائنس سے پیدا شدہ مسائل کا شرعی حل: صفحہ نمبر: ۱۷۴

تاریخ: 06.04.2014

جینیٹک سائنس سے پیدا شدہ مسائل کا شرعی حل

مولانا اختر امام عادل

ڈی این اے ٹیسٹ سے ثبوت نسب:

ڈی این اے کی بنیاد دراصل علم التوارث اور خاندانی مشابہتوں پر ہے، اور ہر بچہ اپنے باپ اور ماں سے جو کروموسوم حاصل کرتا ہے وہ تاحیات اس کے اندر موجود ہوتے ہیں، اس لئے ڈی این اے ٹیسٹ کو اب ثبوت نسب کے لئے استعمال کیا جا رہا ہے، کبھی متنازع مسائل میں والدین کی تعیین کے لئے بھی ڈی این اے ٹیسٹ کرایا جاتا ہے۔

علماء ہند کے یہاں اس سلسلے میں کوئی خاص بحث نہیں آئی ہے، لیکن علماء عرب اور یورپ و امریکہ کے علماء نے اس موضوع پر اچھا خاصا کام کیا ہے، کچھ علماء ثبوت نسب کے معاملے میں ڈی این اے ٹیسٹ کو موثر اور حجت شرعی تسلیم نہیں کرتے، ان کے نزدیک نسب کا معاملہ بہت نازک ہے، اس لئے قطعی اور روایتی ثبوتوں کے علاوہ کسی اور ذریعہ کو معیار بنانا احتیاط کے خلاف ہے۔

مگر زیادہ تر علماء محققین نے ثبوت نسب کے باب میں اس کو معتبر ذریعہ کے طور پر قبول کیا ہے، البتہ بعض علماء نے

اس کو علی الاطلاق معتبر مانا ہے، جبکہ بہت سے علماء نے اس میں کچھ قیود و شرائط کا اضافہ کیا ہے، جو بالعموم کتب فقہیہ میں ”قیافہ“ اور ”قرعہ“ کے ذیل میں ذکر کئے گئے ہیں۔

اس سلسلے میں کسی صحیح نتیجہ تک پہنچنے کے لئے مناسب معلوم ہوتا ہے کہ اسلام کے نزدیک ثبوت نسب کے معیار، اس کے اسباب و وسائل اور اس باب میں قرآن کی اہمیت و واقعیت پر ایک اجمالی نظر ڈال لی جائے۔

اسلام میں نسب کی اہمیت:

نسب، اصطلاح میں دو شخصوں کے درمیان قرابت کے اس رشتے کو کہتے ہیں، جو ولادت کی بنا پر قائم ہو، خواہ وہ مردوں یا عورت، نسب کا عام مفہوم یہی ہے، البتہ نسب کا اطلاق بالعموم باپ کے رشتہ پر ہوتا ہے، ماں کے رشتہ پر نہیں، اس لئے کہ شرعی اور عرفی طور پر بچہ باپ کی طرف منسوب ہوتا ہے، ماں کی طرف نہیں، اس سے لعان اور زنا دو حالتوں کا استثناء ہے۔

ثبوت نسب کی معتبر بنیاد:

شریعت اسلامی میں ثبوت نسب کے لئے فی زمانہ صرف ایک ذریعہ ہے، یعنی عقد نکاح، قدیم زمانہ میں جب غلامی کا رواج تھا، ”استیلاء“، بھی ایک اہم ذریعہ نسب تھا، یعنی کوئی شخص کسی باندی کو خرید کر اس سے جنسی تعلق قائم کرتا تھا اور وہ اس کی اولاد کی ماں بن جاتی تھی، لیکن اب ساری دنیا سے وہ مروجہ غلامی ناپید ہو چکی ہے، اس لئے اب ثبوت نسب کے لئے نکاح کے علاوہ کوئی دوسرا ذریعہ نہیں رہ جائے گا۔

نکاح اگر صحیح طور پر ہوا یعنی اس کے تمام حدود و ارکان کی رعایت ملحوظ رکھی گئی ہو تو عقد نکاح سے چھ ماہ کی مدت کے بعد پیدا ہونے والا بچہ بالاجماع ثابت النسب ہوگا اور عورت کا شوہر ہی اس کے بچہ کا باپ قرار دیا جائے گا۔ اور اس کی بنیاد وہ مشہور روایت ہے جو حدیث کی معتبر کتب میں آئی ہے:

”الولد للفراش وللعاهر الحجر“، (صحیح بخاری مع فتح الباری: کتاب البیوع ۴/۷۴۱، صحیح مسلم: کتاب الرضا ۲/۱۰۸۱)۔

(بچہ صاحب فراش کا ہوگا اور زانی کو پتھر ملے گا)

اس حدیث کے مضمون سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ نسب کے معاملہ میں اصل چیز فرض ہے، فراش صحیح کے بعد ناجائز بچہ بھی صاحب فراش کا جائز بچہ تصور ہوگا، اور فراش کے ہوتے ہوئے نہ جنسی تعلق کی بات زیر بحث آئے گی اور نہ بچے کی شکل و شبہات دیکھی جائے گی، بچہ ہر حال میں صاحب فراش کا ہوگا، یعنی قرآن اگر صرف طور پر بتاتے ہیں کہ بچہ ناجائز طور پر پیدا ہوا ہے، جب بھی فراش صحیح کے مقابلہ میں ان قرآن کا کوئی اعتبار نہ ہوگا۔

اسی پس منظر میں رسول اللہ ﷺ سے منقول یہ روایات ہیں، جو حدیث کی معتبر کتابوں میں آئی ہیں:

۱۔ بخاری و مسلم دونوں کتابوں میں ایک روایت آئی ہے کہ ایک شخص رسول اللہ ﷺ کی خدمت

میں حاضر ہوا اور عرض کیا: میری بیوی کو ایک کالا بچہ پیدا ہوا ہے، یعنی خود اس کارنگ صاف تھا اس کو یہ کالا بیٹا کیسے پیدا ہو سکتا ہے؟ شبہ ہے کہ اس کی بیوی نے کسی ناجائز تعلق کی بنا پر یہ بچہ جنم دیا ہے، نبی کریم ﷺ نے اس کے سوال کا مطلب سمجھتے ہوئے دریافت فرمایا: کیا تمہارے پاس اونٹ ہیں؟ اس نے عرض کیا: ہاں! حضور ﷺ نے فرمایا: ان کارنگ کیسا ہے؟ اس نے کہا: سرخ، آپ ﷺ نے پوچھا: کیا کوئی اونٹ خاستری رنگ کا بھی ہے؟ اس نے کہا: ہاں! آپ ﷺ نے فرمایا: یہ رنگ کہاں سے آیا؟ اس نے کہا شاید اوپر کی کسی رگ سے یہ رنگ کشید ہوا ہو؟ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا: یہ امکان تمہارے بیٹے میں بھی ہو سکتا ہے (صحیح بخاری مع فتح الباری ۴/۹، ۴۴۲، مسلم ۲/۱۱۲۸، ۱۱۲۹)۔

۲۔ اسی طرح ایک روایت حضرت عائشہ صدیقہ بیان رتی ہیں کہ: سعد بن ابی وقاصؓ اور عبداللہ بن زمعہ ایک لڑکے کے سلسلے میں متنازع مقدمے لے کر رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے، سعد نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ! یہ لڑکا میرے بھائی عتبہ کا لڑکا ہے، میرے بھائی نے مجھے بتادیا تھا کہ یہ میرا لڑکا ہے، آپ اس بچہ کی شکل ملاحظہ فرمائیں، ان کے بالمقابل عبداللہ بن زمعہ کا دعویٰ تھا کہ یہ میرا بھائی ہے، اس لئے کہ اس کی ماں میرے بھائی کی فراش تھی، حضور اکرم ﷺ نے غور فرمایا تو بچہ واقعہ عتبہ کے مشابہ تھا، لیکن آپ نے عبداللہ بن زمعہ کے حق میں فیصلہ فرمایا اور فرمایا: کہ بچہ فراش کا ہوگا اور زانی کو صرف پتھر ملے گا (صحیح البخاری مع الفتح ۱۲/۵۲)۔

ان دونوں واقعات میں حضور اکرم ﷺ نے فراش کے مقابلہ میں ظاہری رنگ و روپ کا اعتبار نہیں فرمایا اور بچہ کی نسبت فراش کی طرف فرمائی۔

شریعت اسلامیہ کا یہی وہ مزاج ہے جس کی بنا پر حضرت امام ابوحنیفہؒ نے یہ مسئلہ بیان فرمایا کہ اگر نکاح کے بعد میاں بیوی کے درمیان جنسی تعلق معلوم نہ ہو، بلکہ بظاہر حال ممکن بھی نہ ہو تو بھی چھ ماہ کے بعد پیدا ہونے والا بچہ ثابت النسب قرار پائے گا۔

دوسرے فقہاء کو اس سے اختلاف ہے۔

مگر امام ابوحنیفہؒ کی رائے شریعت کے مزاج سے زیادہ ہم آہنگ ہے، اگر عقد نکاح فاسد طور پر انجام پذیر ہو، یعنی اس کے ضروری شرائط کی تکمیل نہ کی گئی ہو، اس صورت میں بھی بچہ ثابت النسب ہوگا، بشرطیکہ فساد نکاح علماء کے درمیان مختلف فیہ نہ ہو، یا نکاح باطل طور پر انجام دیا گیا ہو، مگر شوہر کو اس کی حرمت کا علم نہ ہو، اور اگر فساد نکاح متفق علیہ ہو اور حد زنا سے فروتر ہو تو بھی بچہ ثابت النسب ہوگا (مواہب الجلیل ۱۴۹، حاشیۃ الدسوقی علی الشرح الکبیر ۳/۴۱۲)۔

اس تفصیل سے اندازہ ہوتا ہے کہ نسب کے باب میں فقہ اسلامی کس قدر حساس ہے۔

ثبوت فراش کے ذرائع:

ثبوت نسب کا حقیقی ذریعہ تو صرف فراش ہے جو نکاح سے حاصل ہو، مگر فراش کے ثبوت اور علم کے لئے فقہ اسلامی میں چند ذرائع اور قرائن کا اعتبار کیا گیا ہے، ان میں سے ایک قیافہ بھی ہے۔

قیافہ: قیافہ کا لغوی معنی آثار کی تلاش ہے، تاکہ شبابہت اور رنگ و روپ کے ذریعہ کسی کے باپ یا بیٹے کا سرانخ لگایا جاسکے (اسان العرب اور القاموس المحیط مادة ”قوف“،)۔

اور فقہی اصطلاح میں ”قائف“، ایسے شخص کو کہتے ہیں جو اپنی فراست اور بچہ کے اعضاء کے جائزہ سے اگر اس کے نسب کا پتہ چلائے (اتعريفات للبحر جانی/ ۱۷۱)۔

ثبوت نسب کے باب میں قیافہ کا اعتبار ہے یا نہیں؟ یہ ایک مختلف فیہ مسئلہ ہے، فقہاء حنفیہ اس کا اعتبار نہیں کرتے، جبکہ شافعیہ اور حنابلہ اور مالکیہ (فی الجملہ) اس کا اعتبار کرتے ہیں (ہدایۃ المجتہد ۲/ ۱۲۸، المصنوع ۱۵/ ۱۹، مواہب الجلیل ۵/ ۱۴۷، مغنی المحتاج ۳/ ۴۸۹، المغنی لابن قدامہ ۲/ ۳۸۲، منتہی الارادات ۲/ ۱۲۴)۔

جمہور فقہاء نے اپنے موقف کی بنیاد بعض روایات پر رکھی ہے:

حضرت عائشہؓ روایت کرتی ہیں کہ ایک دن رسول اللہ ﷺ میرے پاس تشریف لائے تو بہت خوش تھے، خوشی سے آپ کا چہرہ انور دمک رہا تھا، آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: تم کو معلوم ہے کہ مجھ (ایک قیافہ شناس) نے ابھی زید بن حارثہ اور اسامہ بن زید کو دیکھا اور کہا کہ یہ قدم ایک دوسرے سے ہیں، حضور ﷺ کو یہ خوشی اس لئے ہوئی تھی کہ عہد جاہلیت میں کچھ لوگ حضرت اسامہؓ کے نسب کے بارے میں شک و شبہ مچا رہے تھے، اس لئے کہ ان کا رنگ انتہائی سیاہ تھا، جبکہ حضرت زید روئی کی طرح صاف تھے (صحیح البخاری مع فتح الباری ۱۲/ ۵۶، مسلم ۲/ ۱۰۸۲، ابوداؤد ۴۰۰/ ۷۰)۔

اس روایت سے یہ استدلال کیا گیا کہ حضور اکرم ﷺ نے ایک قیافہ شناس کے قول کو حجت کے طور پر قبول فرمایا، حالانکہ اس مسرت کی توجیہ یہ بھی کی جاسکتی ہے کہ اہل جاہلیت چونکہ قیافہ کو مانتے تھے اس لئے ایک قیافہ شناس کا قول خود ان کے خلاف ہو گیا تھا، اور یہ خوشی ایک فطری بات تھی، گو ضروری نہیں کہ اس کو شرعی حجت کے طور پر مانا گیا ہو۔

اور غالباً اسی احتمال کی بنا پر حنفیہ نے اس روایت کو شرعی حجت کے طور پر قبول نہیں کیا۔ ایک روایت میں ہے کہ حضرت عمر بن الخطابؓ عہد جاہلیت کے ان بچوں کے بارے میں قیافہ شناس کو بلاتے تھے، جن کے کئی دعویدار عہد اسلامی میں سامنے آتے تھے، اور یہ ساری کارروائی صحابہ کے سامنے ہوتی تھی اور کسی صحابی سے اس کے خلاف نکیر مقول نہیں ہے (نیل الاوطار ۳/ ۱۲۷، مؤطا امام مالک ۲/ ۱۱۵)۔

حنفیہ قیافہ کو کہانت کی طرح مذموم و حرام نہیں مانتے اور نہ اس کو ذریعہ ثبوت کا درجہ دیتے ہیں، البتہ ان کا خیال ہے کہ شریعت میں نسب کا معیار صرف فراش ہے، اور قیافہ سے فراش کا ثبوت نہیں ہوتا، زیادہ سے زیادہ یہ ثابت

علمی و تحقیقی مجلہ فقہ اسلامی ﴿ ۳۸ ﴾ جمادی الثانیہ ۱۴۳۵ھ ۱۵ اپریل (۲) ۲۰۱۴ء

ہوتا ہے کہ فلاں شخص کے نطفہ سے یہ پیدا ہوا ہے، مگر نطفہ جائز طور پر استعمال ہوا ہے یا ناجائز طور پر اس کا ثبوت نہیں ملتا، نیز شوہر کی جانب سے نسب کے انکار کی صورت میں شریعت نے لعان کا حکم دیا ہے، ”قیافہ“، کا کچھ بھی اعتبار نہیں کیا ہے (المبسوط ۷/۱۷۰)۔

بہر حال قطع نظر اس سے کہ حنفیہ کا موقف زیادہ مضبوط ہے یا جمہور فقہاء کا، اس بحث سے فی الجملہ اتنی بات ثابت ہوتی ہے کہ فقہاء اسلام کی ایک معتد بہ تعداد ثبوت نسب کے بارے میں قیافہ کو مؤثر تسلیم کرتی ہے، البتہ ان حضرات نے اس کے لئے کچھ شرائط و حدود مقرر کئے ہیں:

۱۔ بصیرت و تجربہ: شافعیہ اور حنابلہ کے نزدیک بغیر تجربہ و بصیرت کے قیافہ شناس کا قول معتبر نہیں ہے، پھر تجربہ و بصیرت کے لئے ان کے یہاں ایک معیار ہے، جس کی تفصیل کتب فقہ میں موجود ہے (حاشیہ الجمل ۵/۴۳۵، المغنی ۵/۷۷۰)۔

۲۔ عدالت: فقہاء شافعیہ و حنابلہ کے نزدیک عدالت بھی شرط ہے، اس لئے کہ اس پر حکم شرعی کی بنیاد ہے، فقہاء مالکیہ کے یہاں اس سلسلہ میں دونوں طرح کی روایات ہیں (المغنی ۵/۶۹، منہجی الارادات ۲/۴۸۹، حاشیہ الجمل علی شرح المنہج ۵/۴۳۵، تبصرۃ المحکام ۲/۱۰۸)۔

۳۔ تعدد: جمہور کے نزدیک زیادہ مضبوط قول یہ ہے کہ ثبوت نسب کے باب میں قیافہ شناس کے لئے عدد کی شرط نہیں ہے، جبکہ بعض فقہاء کی رائے یہ ہے کہ عدد شرط ہے، دراصل اختلاف کی بنیاد یہ ہے کہ قیافہ شناس کے قول کو شہادت کے خانہ میں رکھا جائے یا روایت کے خانہ میں، جو لوگ اس کو شہادت کے خانہ میں رکھتے ہیں وہ عدد ضروری قرار دیتے ہیں، اور جو روایت کے خانہ میں رکھتے ہیں ان کے نزدیک عدد کی کوئی قید نہیں ہے (تبصرۃ المحکام ۲/۱۰۸، المغنی ۵/۷۷۰، شرح منہجی الارادات ۲/۴۸۸)۔

۴۔ اسلام: شافعیہ، حنابلہ اور مالکیہ کے نزدیک قیافہ شناس کا مسلمان ہونا شرط ہے۔

۵۔ ذکورۃ و حرمت: شافعیہ اور حنابلہ کے نزدیک رائج قول کے مطابق ذکورۃ و حرمت شرط ہے، جبکہ ایک مرجوح قول ان کے یہاں یہ بھی ملتا ہے کہ یہ دونوں چیزیں شرط نہیں ہیں (منہجی الارادات ۲/۴۸۹، المبدع ۵/۳۱۰، مغنی المحتاج ۴/۸۸)۔

۶۔ موقع تہمت سے پاک ہونا: شافعیہ نے اس کی بھی صراحت کی ہے کہ قیافہ شناس کا قول اسی مقام پر معتبر ہوگا جو موقع تہمت سے پاک ہو، مثلاً قیافہ کے ذریعہ جس کے نسب کی نفی کی جا رہی ہے اس سے کسی قسم کی دشمنی نہ ہو، یا جس کے لئے نسب ثابت کیا جا رہا ہو اس سے اصل یا فرع کا رشتہ نہ ہو (منہجی المحتاج ۸/۱۵۷)۔

۷۔ کوئی مانع شرعی موجود نہ ہو، مثلاً اگر کوئی شخص اپنی بیوی کے بچے کے نسب کا انکار کرے تو اس کی گنجائش نہیں ہوگی اور اس پر لعان واجب ہوگا (زاد المعاد ۵/۴۲۲)۔

علمی و تحقیقی مجلہ فقہ اسلامی ﴿۳۹﴾ جمادی الثانیہ ۱۴۳۵ھ ۲۷ اپریل (۲) ۲۰۱۴ء

۸۔ قیافہ کا اعتبار صرف بچے میں ہوگا، جس کے بارے میں دو شخصوں کے درمیان اختلاف ہو اور کوئی ایسی دلیل موجود نہ ہو جو رافع اختلاف ہو، مثلاً وطمی بالشبہ کی بنا پر حمل ہو جائے اور اس سے پیدا ہونے والے بچے میں اختلاف ہو، اگر کسی مجهول النسب بچے کا صرف ایک مدعی ہو تو قیافہ کی ضرورت نہیں (المغنی ۵/۴۳۶)۔

۹۔ شافعیہ نے قضاء قاضی کی بھی قید لگائی ہے، قضاء قاضی یا اس کے دیئے ہوئے اختیار کے بغیر قیافہ کے ذریعہ کبھی ہوئی بات نافذ نہیں ہوگی (حاشیہ الجمل ۵/۴۳۶)۔

۱۰۔ مالکیہ نے یہ شرط بھی لگائی ہے کہ زیر بحث بچہ زندہ ہو، مردہ بچے کے لئے قیافہ کا اعتبار نہیں (مواہب الجلیل ۵/۱۴۸)۔

شافعیہ کے یہاں یہ شرط نہیں ہے، ان کے نزدیک مردہ بچے کے لئے بھی قیافہ کا اعتبار ہے، بشرطیکہ لاش میں تغیر نہ آیا ہو، یا وہ دفن نہ کر دی گئی ہو (مغنی المحتاج ۴/۴۸۹)۔

۱۱۔ جس شخص کی طرف بچہ کو منسوب کرنا ہو اس کا زندہ ہونا بھی اکثر مالکیہ کے نزدیک شرط ہے، مردہ شخص کی طرف کسی بچے کو قیافہ کی بنیاد پر منسوب کرنا درست نہیں (التاج والاکیل للموافق بہامش مواہب الجلیل ۵/۱۴۸) شافعیہ اور حنابلہ کے نزدیک یہ شرط نہیں ہے (مغنی المحتاج ۴/۴۸۹، منہی الارادات ۲/۴۸۷)۔

اختلاف کی صورت:

اگر قیافہ شناس ایک سے زائد ہوں اور ان کی رپورٹ میں اختلاف واقع ہو جائے، اس صورت میں اگر ان کے درمیان جمع و تطبیق ممکن ہو تو کوئی بات نہیں، ورنہ تعداد یا قوت شبہات یا اور کسی بنیاد پر جو زیادہ قابل ترجیح ہوگا اس کو ترجیح حاصل ہوگی، اگر ترجیح بھی ممکن نہ ہو تو مالکیہ اور شافعیہ کے نزدیک معاملہ خود اس بچے پر محمول کر دیا جائے گا جس کے نسب کا مسئلہ زیر بحث ہے، اگر وہ بالغ ہو تو اسی وقت اور نابالغ ہو تو بعد بلوغ جس کی طرف اس کا رجحان ہوگا اس کی طرف منسوب کر دیا جائے گا (بدلیۃ المجتہد ۲/۱۲۸، مغنی المحتاج ۵/۷۷۰)۔

قرعہ:

بعض فقہاء کے نزدیک قرعہ سے بھی ثبوت نسب ہوتا ہے، حضرت امام شافعی کا ایک قول، امام احمدی ایک روایت، بعض مالکیہ، ظاہریہ، اور اسحاق بن راہویہ کی رائے یہی ہے، مگر یہ اس صورت میں ہے جبکہ ثبوت نسب کے لئے پیش کئے جانے والے دو بینہ کے درمیان تعارض واقع ہو جائے تو قرعہ کے ذریعہ کسی ایک کو ترجیح دی جاسکتی ہے (شرح الجلال الملعلی علی المنہاج ۳/۱۳۰، الام ۶/۱۲۶، المہذب ۱/۴۴۳، المغنی لابن قدامہ ۶/۲۴۷، بدلیۃ المجتہد ۲/۳۱۰)۔

زیر بحث مسئلہ میں صحیح نتیجہ تک پہنچنے کے لئے فقہاء کی صراحت بھی پیش نظر رکھنا ضروری ہے، کہ حدود کے نفاذ کے لئے قرآن اور شہادت ضروری ہے، اس کی تائید حضرت ابن عباسؓ کی ایک روایت سے ہوتی ہے جو بخاری

کل شیء یرجع الی اصلہ..... ہر کسی کو دور ماند از اصل خویش... باز جو یدر و زگار وصل خویش

اور مسلم میں آئی ہے۔

حضرت عویمیرؓ کے لعان کے قصہ میں ہے کہ نبی کریم ﷺ نے دعا فرمائی: ”اللھم بین،، (اے اللہ حقیقت حال واضح فرمادے) اس کے بعد عورت کو ولادت ہوئی تو بچہ بالکل اس شخص کا ہم شکل تھا جس کی نسبت سے عورت پر الزام لگایا گیا تھا، پھر حضور ﷺ نے وہوں کے درمیان کارروائی فرمائی۔ حضرت ابن عباسؓ اپنی مجلس میں یہ روایت بیان کر رہے تھے، دوران گفتگو ایک شخص نے کہا: حضرت! اسی عورت کے تعلق سے رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اگر میں کسی کو بغیر بیہ رجم کرتا تو اس عورت کو ضرور کرتا، حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا: نہیں، وہ عورت دوسری تھی جو اسلام میں بدزبانی کرتی تھی (صحیح البخاری مع الفتح ۹/۳۵۶ تا ۳۵۶۲، حدیث نمبر ۵۳)۔

ثبوت نسب میں ڈی این اے ٹسٹ کی شرعی حیثیت:

مذکورہ تفصیلات سے ثابت ہوتا ہے کہ شریعت اسلامیہ نسب کے معاملہ میں کس قدر محتاط اور احساس ہے، اور ہر ممکن کوشش کرتی ہے کہ نسب کسی طرح ضائع نہ ہو اور سوسائٹی میں کوئی ایسا بچہ نہ رہے جس کا نسب قانونی طور پر ثابت نہ ہو، اس لئے اس نے ظاہر فراش، شہادت، اقرار اور بعض فقہاء کے نزدیک قیافہ اور قرعہ کو بھی ثبوت نسب کے وسائل کے طور پر قبول کیا ہے، اور ثبوت ولادت کے لئے محض ایک عورت کی شہادت، ممکنہ دعویٰ اور ظاہر فراش کو کافی قرار دیا ہے، گویا شریعت کا مزاج یہ ہے کہ ثبوت نسب کے بارے میں ایسے کسی ثبوت کو نظر انداز نہیں کرنا چاہئے جس میں کچھ بھی واقعیت ہو، اس پس منظر میں ڈی این اے ٹسٹ کو دیکھا جائے تو یہ کافی حد تک قابل قبول ثبوت ہے، اس سے ایسے مواقع پر استفادہ کی گنجائش ہونی چاہئے جہاں ثبوت نسب میں کسی قسم کا شک و شبہ پایا جائے۔

یقینی مواقع پر اس کے استعمال کی گنجائش نہ ہوگی، مثلاً فراش کے بالمقابل کسی قسم کے ٹسٹ کا اعتبار نہ ہوگا، اگر کوئی اس ٹسٹ کے بنا پر نسب کا انکار کرے تو اس پر از روئے قانون شرع لعان واجب ہوگا۔

اسی طرح بیہ (اقرار، شہادت) کے مقابلہ میں بھی اس کی کوئی اہمیت نہیں ہوگی، اور اس ٹسٹ کی بنا پر اس اقرار یا شہادت سے ثابت ہونے والے نسب کو باطل یا مشکوک نہیں کہا جاسکے گا۔

البتہ جن مواقع پر ظاہر فراش، یا بیہ موجود نہ ہو، اور کسی بچہ کے سلسلہ میں کئی شخص و عویدار ہوں اور بچہ مجہول النسب ہو یا لا وارث طور پر ملا ہو یا اسپتال میں غلط ملط ہو گیا ہو، یا دلی بالشبہ یا نکاح فاسد کے بعد حمل ہو، اور شبہ ہو کہ یہ شوہر کا لڑکا ہے یا دلی کرنے والے شخص کا، یا شک ہو گیا کہ نکاح کے بعد مدت حمل (۶ ماہ) سے کم میں تو بچہ پیدا نہیں ہوا؟ یا جنگلی حالت میں بچے غلط ملط ہو جائیں وغیرہ، تو ان مواقع پر ڈی این اے ٹسٹ کو بنیاد بنانا درست ہوگا، اس لئے کہ سائنسدان کے دعویٰ اور تجربہ کے مطابق ڈی این اے ٹسٹ ”قیافہ“ سے بدرجہا بہتر ذریعہ شناخت ہے، اور اس میں غلطی کے امکانات بہت کم ہیں، اور یہ ساری کارروائی یقینی طور پر ہوتی ہے، اور کمپیوٹر

میں ریکارڈ ہوتی رہتی ہے، اس لئے اس میں دھاندلی یا غلطی کا امکان نہیں کے برابر ہے۔
البتہ اس میں ان شرائط کا لحاظ ہونا چاہئے جس کا تذکرہ فقہاء نے ”قیافہ“ کے تحت کیا ہے، یعنی بصیرت و تجربہ اور تعداد، عدالت وغیرہ۔ البتہ غیر مسلم ممالک میں عدالت اور اسلام کی شرطوں کا لحاظ کرنا بہت مشکل ہے، اس لئے میرے خیال میں غیر مسلم ملکوں میں ان دونوں شرطوں کو نظر انداز کر دینے میں کوئی مضائقہ نہیں ہوگا، اور اس کی کئی وجوہات ہیں:

۱۔ ایک تو اس بنا پر کہ غیر مسلم ملکوں میں ان شرطوں کی رعایت بہت مشکل ہے۔
۲۔ دوسرے عدالت اور اسلام کی شرط متفق علیہ نہیں ہے، جمہور فقہاء ان کا اعتبار کرتے ہیں، لیکن بعض فقہاء اس کا اعتبار نہیں کرتے، اس لئے بحالت مجبوری بعض فقہاء کا قول اختیار کرنا زیادہ آسان ہے (الموسوۃ الفقہیہ ۹۸/۳۲، تبصرۃ الحکام ۱۰۸/۲)۔

۳۔ اس شٹ کا تعلق کسی مخصوص شخص کی رویت، مشاہدہ یا تجربہ سے نہیں ہے کہ اس کے لئے یہ شرطیں مطلوب ہوں، یہ تمام تر کارروائی مشین سے ہوتی ہے، اس لئے کسی بھی معتبر اور باخبر شخص کی رپورٹ پر اعتماد کرنا درست ہوگا۔ بلکہ خیال یہ بھی ہوتا ہے کہ بعض فقہاء نے جو تعدد کی قید لگائی ہے اس کی بھی ضرورت نہیں، اس لئے کہ جمہور کے نزدیک تعدد شرط نہیں ہے (تبصرۃ الحکام ۱۰۸/۲)، نیز مشینی شٹ میں بالعموم ایسی غلطی کا امکان نہیں ہوتا کہ دوبارہ مشینی شٹ کرانے کی نوبت آئے، جب تک کہ مشین خراب نہ ہو اس کی رپورٹ عموماً درست ہی ہوتی ہے، محققین کے قول کے مطابق ڈی این اے شٹ کی رپورٹ ننانوے فی صد سے بھی زیادہ درست ہوتی ہے (التحقیق الجنائی العلمی والعلمی: محمد شعیب، ص ۲۱۱، البصرۃ الوراہیۃ و مجالات الاستفادۃ عنہا: وہب زحیلی، ص ۲۰)۔

کویت میں جینک سائنس اور ڈی این اے کے موضوع پر ایک کانفرنس (بینارخ ۲۳-۲۵ جمادی الآخرۃ ۱۴۱۹ھ مطابق ۱۳-۱۵ اکتوبر ۱۹۹۸ء) منعقد ہوئی تھی، اس کانفرنس نے اپنی تقریرادوں میں اس کی سفارش کی ہے کہ ڈی این اے اور جینک تحقیقات سے ثبوت نسب کے معاملہ میں استفادہ کرنے میں شرعی طور پر کچھ حرج نہیں ہے، اس لئے کہ آج یہ قطعی قرآن کا درجہ حاصل کر چکے ہیں، اور قرآن قطعاً کا اعتبار فقہاء متقدمین کے یہاں معروف ہے (مجلہ الفقہ الاسلامی، السنۃ الرابعۃ عشرۃ، العدد السادس عشر/ص ۵۴)۔

البتہ یہاں فقہاء حنفیہ کے اس نکتہ کو نظر انداز کرنا درست نہ ہوگا کہ قیافہ یا ڈی این اے تحقیقات سے زیادہ سے زیادہ نطفہ کا ثبوت ملتا ہے، فراش کا نہیں، جبکہ ثبوت نسب کے لئے فراش ضروری ہے، اس لئے ایسے تمام مواقع جہاں فراش موجود ہو، البتہ اس کے اندر خلط یا اشتباہ پیدا ہو گیا ہو کہ کس فراش سے کونسا بچہ پیدا ہوا ہے؟ یا فراش اپنے معیار و معیار پر پوری طرح اتر رہا ہے یا نہیں؟ وہاں ڈی این اے شٹ سے استفادہ جائز ہوگا۔

۲۔ ثبوت جرم کے لئے ڈی این اے شٹ کی حیثیت:

فلک بہ مردم نادان دھد زام مراد☆..... تو اھل فضل و دلش، ہمین گناھت بس

آج کل مجرمین کی تحقیق و شناخت کے لئے بھی ڈی این اے ٹسٹ کا استعمال ہو رہا ہے، مثلاً جائے واردات پر مجرم کی کوئی چیز مل جائے، جیسے بال یا خون یا منی وغیرہ تو اس کے تجزیہ و تحقیق سے مجرم کی شناخت کی جاتی ہے، اس مسئلہ کو سمجھنے کے لئے ہمیں بنیادی طور پر دو تین باتوں کو پیش نظر رکھنا ہوگا:

۱۔ اسلام کے نزدیک جرائم کے ثبوت کے لئے بینہ ضروری ہے، جرم کی شدت کے اعتبار سے بینہ کے درجات میں تفاوت ہوتا ہے، مثلاً زنا کے ثبوت کے لئے چار عادل گواہ ضروری ہیں، قتل اور دیگر معاملات کے لئے دو عادل گواہ کافی ہیں، کبھی ایک مرد و عورتوں کی گواہی کافی ہوتی ہے، کبھی نکول اور یمنین بینہ بن جاتا ہے، کبھی اقرار دلیل جرم بنتا ہے، کبھی پچاس قسم بینہ بنتے ہیں، جیسے قسامۃ کے مسئلے میں، اور بعض حالات میں قرائن کے ذریعہ بھی حاکم حقیقت حال تک پہنچتا ہے، وغیرہ۔

در اصل بینہ ایسے ثبوت کا نام ہے جس سے پوری طرح حق یا جرم واضح ہو جائے اور دعویٰ کی صورت میں صحت دعویٰ ظاہر ہو جائے، اور حدیث پاک کے اس اصول کو اسی پس منظر میں دیکھنا چاہئے:

البینۃ علی المدعی، والیمین علی من انکر، الحدیث (ترمذی ۳/۴۷۹)۔

(مدعی پر بینہ ہے اور منکر پر یمین ہے)۔

علامہ ابن قیمؒ نے ایسے دلائل، قرائن اور شہوتوں پر مستقل ایک کتاب ”الطریق الحکمیۃ فی السیاسة الشرعیۃ“ کے نام سے لکھی ہے، جو شریعت میں معتبر اور قابل قبول ہے، ابن قیمؒ کی بحث قرائن و شواہد کے موضوع پر کافی بصیرت افروز اور چشم کشا ہے، ان کی بحث سے ایک مختصر اقتباس یہاں پیش کیا جاتا ہے:

انہوں نے بعض دوستوں کے حوالہ سے ایک بہت ہی اہم سوال اٹھایا ہے کہ اگر حاکم کے پاس بعض ایسے مقدمات آئیں جن میں ظاہری بینہ یا قرائن موجود نہ ہو، لیکن وہ فراست اور قرائن کے ذریعہ حقیقت و واقعہ تک پہنچ جائے، تو کیا کرنا چاہئے؟

ابن قیمؒ کا خیال ہے کہ ایسے معاملات میں صرف ظاہری بینات و اقراء پر اصرار کرنا بہت سے حقوق و واجبات کے ضیاع کا موجب ہوگا اور اس سے ظلم و فساد کا دروازہ کھل سکتا ہے۔

ابن قیمؒ نے قرآن و حدیث کی متعدد نصوص کے حوالے دیئے ہیں، جن میں شواہد و قرائن پر فیصلہ کی بنیاد رکھی گئی ہے۔

مثلاً آیت کریمہ ہے: ”ان کان قمیصہ قد من قبل فصدقت وهو من الکاذبین“، (سورہ یوسف: ۲۶) (اگر ان کی قمیص آگے سے پھٹی ہے تو عورت سچی ہے اور وہ جھوٹے ہیں)۔

حضرت داؤد علیہ السلام کے پاس ایک بچہ مقدمہ پیش ہوا، جس پر دو عورتوں کا دعویٰ تھا، کہ یہ میرا بیٹا ہے جس میں ایک عورت بڑی تھی اور ایک چھوٹی، حضرت داؤد نے بڑی کے حق میں فیصلہ کر دیا، حضرت سلیمان علیہ السلام

لا یلدغ المؤمن من جحر من تین، عاقل یک بار فریب می خورد، مومن از یک سوراخ دوبار گزیدہ نمی شود

نے کہا: چھری لاؤ، چیر کر تم دونوں کے درمیان تقسیم کر دوں، بڑی عورت پر اس کا کوئی خاص اثر نہ ہوا، مگر چھوٹی کہنے لگی، ایسا نہ کریں، اللہ آپ پر رحم فرمائے، سچے کو بڑی ہی کے پاس رہنے دیں، میں اپنے حق سے دستبردار ہوتی ہوں (اس قرینہ سے حضرت سلیمان علیہ السلام نے اندازہ کر لیا کہ بچہ دراصل چھوٹی کا ہے، چنانچہ پھر فیصلہ چھوٹی کے لئے کیا گیا)۔

قلمتہ کے مسئلہ میں بھی محض ”لوٹ“، ہی کی بنا پر پچاس آدمیوں سے قسم لی جاتی ہے، ”لوٹ“، اسی قرینہ اور شبہ کا نام ہے جس کی بنا پر کچھ لوگ شبہ کے دائرے میں آتے ہیں۔

حضرت عمرؓ اپنے دور میں بے شوہر اور بے آقا والی عورت کو رجم فرماتے تھے جس کو حمل ظاہر ہوتا، حمل تو محض ظاہری قرینہ ہی ہے، اس پر بینہ کا اطلاق تو ہونے لگا۔

حضرت عمرؓ اور حضرت ابن مسعودؓ کی شرابی کی منہ کی بدبو یا شراب کی تے کے بنا پر بھی حد جاری فرماتے تھے۔ اسی طرح ائمہ و خلفا کسی ایسے متہم شخص کو چوری کے الزام میں مانوڈ کرتے تھے جس کے گھر میں چوری کا سامان ملتا تھا، اس پر چوری کی سزا نافذ کرتے تھے، خلفاء اور امراء کا یہ معمول ہمیشہ سے رہا ہے۔

یہیمن سے نکول کے بنا پر جو فیصلہ ہوتا ہے وہ بھی ظاہر ہے کہ ایک قرینہ ہی ہے، اس بات کا کہ یہ شخص اپنے دعویٰ میں جھوٹا ہے۔

غزوہ بدر میں عفراء کے دونوں بیٹوں نے ابو جہل کے قتل کا دعویٰ پیش کیا تو حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: کیا تم لوگوں نے اپنی تلوار پونچھ دی ہیں؟ ان دونوں نے کہا: نہیں، آپ ﷺ نے دونوں کی تلواres ملاحظہ فرمائیں، اور فرمایا: تم دونوں برابر کے شریک ہو (بخاری مع الفتح ۶/۱۴۶، ۲۴۷، مسلم ۲/۱۳۷)۔

ابن ماجہ وغیرہ میں حضرت جابر بن عبد اللہؓ کی روایت آئی ہے، فرماتے ہیں کہ میں نے خیبر کے سفر کا ارادہ کیا، اور خدمت نبوی ﷺ میں حاضر ہوا، میں نے اپنا ارادہ عرض کیا، آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: جب تم میرے وکیل کے پاس پہنچو تو اس سے پندرہ وق وصول کرو، جب وہ تم سے کوئی نشانی طلب کرے تو اپنا ہاتھ اس کی ہنسی کی ہڈی پر رکھ دینا، تو اس علامت سے وہ پہچان کر مال حوالہ کر دے گا۔

اسی طرح کی مثالوں سے ابن قیمؒ نے ثابت کیا ہے کہ بعض مواقع پر قرائن و شواہد اور فراست و بصیرت کا اعتبار کرنا ضروری ہو جاتا ہے، ورنہ بہت سے حقوق کے ضائع ہو جانے کا اندیشہ ہے۔

ابن قیمؒ نے آخر میں اس قاعدہ کلیہ کی طرف توجہ دلائی ہے کہ رسولوں اور پیغمبروں کی بعثت اور ادیان و شرائع کے نزول کا مقصد قیام عدل ہے، جب عدل کے نشانات ظاہر ہو جائیں خواہ وہ کسی بھی طور پر ہوں، امت پر نفاذ عدل کی ذمہ داری آ جاتی ہے، اس لئے کوئی محدود اور مخصوص معیار نہیں ہے، جرائم کے تنوع کے لحاظ سے ان کی تحقیقات میں بھی تنوع ہو سکتا ہے (الطرق الحکمیہ ۲/۱۷)۔

۳۔ حدود کے بارے میں شریعت کا اصول یہ ہے کہ حدود و شبہات کی بنا پر ساقط ہو جاتے ہیں (رواہ ابن عدی فی الکامل عن ابن عباس، الجامع الصغیر للسيوطی ۱/۱۴)۔

اسی طرح ایک حدیث ہے:

”ادروا الحدود عن المسلمین ما استطعتم فان وجدتم للمسلم مخرجا فخلوا سبيله، فالله والامام یخطی فی العفو خیر من ان یشطی فی العقوبة“، رواه ابن ابی شیبہ والترمذی والحاکم والبیہقی عن عائشة وهو صحیح (الجامع الصغیر للسيوطی ۱/۱۴)۔

(مسلمانوں سے حدود کو حتی الامکان دفع کرو، اگر مسلمان کے لئے کوئی گنجائش نکلتی ہو تو ضرور نکالو، اس لئے کہ امام کا غلطی سے معاف کر دینا بہتر ہے اس بات سے کہ غلطی سے سزا دے)۔

مذکورہ تفصیلات کی روشنی میں کہا جاسکتا ہے کہ ڈی این اے ٹسٹ موجودہ زمانہ کا معتبر ذریعہ تحقیق ہے، اور فقہی لحاظ سے اگر اس کو ”بینہ“، (اقرار و ثبوت) کے درجہ میں نہیں رکھا جاسکتا ہے تو کم از کم قرائن قطعیہ اور شواہد میں ضرور شامل کیا جاسکتا ہے، بلکہ دیکھا جائے تو اس کا درجہ قرائن و شواہد سے بدرجہا بلند ہے، اس لئے کہ قرائن کی بنیاد ظن و تخمین پر ہے، جبکہ ڈی این اے کی بنیاد علم و تحقیق پر ہے، غلطی کے امکانات یہاں ایک فیصد سے بھی کم ہیں، جبکہ ظن و تخمین میں غلطی کے امکانات زیادہ ہیں۔

اس تناظر میں ڈی این اے ٹسٹ کو جرائم کی تحقیق و تفتیش کے دوران ایک خاص اہمیت ملنی چاہئے، اور ایسے تمام مقدمات جن میں حدود و قصاص کی نوبت نہ آئے اس کو بنیاد بنایا جاسکتا ہے، اور دیگر کئی دلائل اور شہوتوں کے ساتھ اس کا بھی لحاظ کیا جاسکتا ہے۔

البتہ یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ صرف ڈی این اے ٹسٹ کی بنیاد پر کسی کے خلاف یقینی طور پر فرد جرم عائد نہیں کی جاسکتی، کیونکہ ڈی این اے ٹسٹ صرف اس بات کو ثابت کرتا ہے کہ متہم شخص مقام واردات پر موجود تھا، شریک جرم ہونے پر کوئی ثبوت فراہم نہیں کرتا، اور ظاہر ہے کہ کسی شخص کی مقام واردات پر موجودگی اس کے مجرم ہونے کے لئے کافی نہیں ہے۔ شیخ وہبہ زحیلی نے اپنے مضمون میں اس پہلو کی طرف توجہ دلائی ہے (دیکھئے: البصیۃ الوراثیۃ و مجالات الاستفادة عنہا)۔

میرے خیال میں ایسے معاملات میں بہتر یہ ہے کہ قاضی رپورٹ کی روشنی میں متہم شخص سے اقرار کرانے کی کوشش کرے، اور رپورٹ کے بعد انسان احساس شکست کی بنا پر تھوڑا بڑا ڈالنے یا حکمت عملی اختیار کرنے پر تباہی اقرار کر سکتا ہے، اور پھر سزا کی تمام تر کارروائی اس اقرار کی بنیاد پر کرے، یہ طریقہ کار زیادہ محفوظ محتاط اور شرعی اصولوں سے زیادہ ہم آہنگ ہوگا۔

قاتل کی شناخت:

اس اصول پر قاتل کی شناخت کی جاسکتی ہے، مگر جب تک اقرار یا شہادت میسر نہ آجائے حدود و قصاص کا نفاذ نہیں کیا جائے گا، البتہ تعزیرات یا دیت کے تحت قاضی کوئی فیصلہ کر سکتا ہے۔

زانی کی شناخت:

نہ: جہاں تک زانی کی شناخت کا تعلق ہے، تو عورت کے جسم سے مادہ منویہ لے کر جوڑی این اے ٹسٹ کیا جاتا ہے اس سے مجرم کی شناخت ننانوے فی صد ہو جاتی ہے، اور یہ ٹسٹ مقام واردات پر صرف مجرم کی موجودگی ظاہر نہیں کرتا بلکہ جرم میں شرکت کو بھی ظاہر کرتا ہے۔

اور صرف اس ٹسٹ کی بنیاد پر بھی مجرم کی شناخت ہو جاتی ہے، مگر مشکل یہ ہے کہ زنا کا معاملہ تعزیرات اسلامی میں سے زیادہ اہم ہے، اور اس کے لئے ثبوتوں کا معیار سب سے زیادہ سخت رکھا گیا ہے، اس لئے اس رپورٹ کے بعد بھی اقرار یا شہادت کی ضرورت ہے، اس کے بغیر حد زنا جاری نہیں کی جاسکتی، البتہ حد زنا سے فروتر کچھ دوسری تعزیرات کا فیصلہ کیا جاسکتا ہے۔

ب: اسی طرح اجتماعی آبروریزی میں بھی تنہا اس ٹسٹ پر اعتماد نہیں کیا جاسکتا، اس لئے کہ محققین سائنس کے بقول اجتماعی آبروریزی کے کیس میں ڈی این اے ٹسٹ بذات خود کمزور مانا جاتا ہے، کیونکہ اس ٹسٹ میں ملے جلے گنجل کسی تیسرے شخص کی غلط نشانہ دہی بھی کر سکتے ہیں۔

اسی طرح جس جرم میں کئی اشخاص ملوث ہوں، اور الزام کی بنا پر بعض ملزمین کا ڈی این اے ٹسٹ کرایا گیا، لیکن دیگر بعض ملزمین ٹسٹ کرانے کو تیار نہ ہوں، تو قاضی انہیں ڈی این اے ٹسٹ پر مجبور کر سکتا ہے، اس لئے کہ قانونی مراحل کی تکمیل کے لئے یہ ٹسٹ ضروری ہے۔

البتہ اس کے لئے ان شرائط و قیود کی رعایت ضروری ہوگی جن کا ذکر اس سے قبل ثبوت نسب کے ذیل میں کیا گیا ہے، تاکہ رپورٹ زیادہ سے زیادہ قابل اطمینان ہو سکے۔ (جاری ہے)

فکرین و مقالہ نگار حضرات سے گزارش

بعض احباب ہمیں، اخلاقیات، فضائل و مناقب اور اعراض بزرگان دین کی مناسبت سے مضامین، اشتہارات اور بعض مقامات و شخصیات سے جذباتی وابستگی کی مظہر تحریریں اشاعت کے لئے ارسال فرماتے ہیں۔ جبکہ اس مجلہ کا موضوع فقہ المعاملات ہے۔ لہذا براہ کرم ہمیں فقہ المعاملات سے متعلق مواد ہی اشاعت کے لئے ارسال فرمائیں۔

۲۔ مجلہ فقہ اسلامی عوامی پرچہ نہیں بلکہ فقہ المعاملات سے دلچسپی رکھنے والے طلبہ و اہل علم کا ایک علمی و تحقیقی مجلہ ہے اس کے اس معیار کو مزید بہتر بنانے کے لئے معیاری مقالات کی ترسیل کی صورت میں آپ کی معاونت ہمارے لئے باعث